شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ ترجمہ: مولانا سیف الرحمان الفلاح بی-اے

# مشرکوں کے ایک مغالطے کا جواب

(قسط ۹)

اکثر گمراہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ مجھ سے اللہ کا زیادہ مقرب ہے۔ میں اللہ سے بہت دور ہوں۔ بنا بریں اس کے واسطے کے بغیر میری دعا کا قبول ہونا ناممکن ہے۔ یہ لوگ فی الحقیقت مشرک ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی دعا کو مسترد نہیں کرتا بلکہ قبول فرماتا ہے۔

جیسے فرمایا:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرة)

(اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ سے میرے بندے سوال کریں (کہ وہ کہاں ہے تو ان کو بتا دیجیے کہ) میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق حدیثوں میں ذکر آیا ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔

کیا ہمارا رب ہمارے نزدیک ہے یا دور؟ اگر نزدیک ہو تو ہم مناجات کریں اور دور ہونے کی صورت میں ندا کریں۔

تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی۔

ایک اور صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام سفر میں تھے اور بلند آواز سے تکبیر کہتے جا رہے تھے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوگو! ٹھہرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو بلکہ تم اس ذات کو پکار رہے ہو جو سب کچھ سنتا ہے اور قریب ہے۔ جس کو تم پکارتے ہو وہ تمہاری سواریوں کی گردنوں سے بھی تمہارے نزدیک تر ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کو نماز پڑھنے اور اس کے سامنے مناجات کا حکم

فرمایا اور ہر ایک کو حکم دیا کہ وہ کہیں۔

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ

(یا الٰہی) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

مشرکوں کے متعلق خبر دی کہ وہ کہتے تھے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی (الزمر ع)

ہم ان (بتوں) کی پوجا (ان کو خدا سمجھ کر نہیں کرتے بلکہ) صرف اس لیے کرتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے ہم کو اللہ کا قرب حاصل ہو۔

اس مشرک سے بھلا کوئی پوچھے کہ تو جس کو پکارتا ہے۔ اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ میرے حال سے وہ خوب واقف ہے اور میرا سوال پورا کرنے پر قادر ہے یا مجھ پر بہت مہربان ہے تو یہ سراسر جہالت، ضلالت اور کفر پر مبنی ہے۔ اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ سب سے زیادہ جاننے والا اور سب سے زیادہ قادر ہے اور سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو تُو اس کو چھوڑ کر غیر سے سوال کیوں کرتا ہے؟

کیا تمھیں اس حدیث کا علم نہیں جو بخاری شریف میں مذکور ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام کاموں میں استخارہ کی دعا سکھلایا کرتے تھے جیسے قرآن کریم کی سورتیں سکھلایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت نفل پڑھے پھر یہ دعا پڑھے اور اپنی حاجت کا نام لے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ. فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔[1]

---

[1] ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۱۵۔

الٰہی! میں تیرے علم کے ساتھ استخارہ کرنے لگا ہوں اور تیری قدرت کے ساتھ طاقت حاصل کرنا چاہتا ہوں اور تیرے عظیم فضل کا تجھ سے سوال کرتا ہوں تو ہر چیز پہ قادر ہے لیکن مجھے قدرت نہیں تو سب کچھ جانتا ہے مگر میں نہیں جانتا۔ تو تو غیب کی باتوں سے پوری طرح آگاہ ہے۔ الٰہی! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین، معاش اور انجام کے لحاظ سے بہتر ہے تو یہ میرے مقدر میں کر دے اور یہ کام آسان کر دے اور اس میں برکت فرما۔ اگر یہ کام تیرے علم میں میرے لیے مضر ہے۔ میرے دین، معاش اور عاقبت کے لیے نقصان دہ ہے تو اس کو مجھ سے دور فرما اور مجھے اس سے دور فرما۔ اور بھلائی جہاں بھی ہو میرے لیے مقدر فرما پھر مجھ پر اپنی رضا کا اظہار فرما۔

تو بندے کو یہ حکم ملا ہے کہ وہ کہے کہ میں تیرے علم کے ساتھ اس کام کو پسند کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ساتھ اسے کرنے کی ہمت چاہتا ہوں اور تیرے فضل بے پایاں کا سائل ہوں۔

اگر آپ اسے اللہ کا زیادہ مقرب تصور کرتے ہیں اور اللہ کے ہاں اس کا درجہ اعلیٰ شمار کرتے ہیں تو یہ بات درست ہے لیکن یہ "کلمۃ حق ارید بھا الباطل" ہے۔ یعنی بات تو درست ہے لیکن اس کا مطلب غلط سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ جب وہ اللہ کا آپ سے زیادہ مقرب ہے اور اس کا درجہ آپ سے اعلیٰ ہے تو ظاہر بات ہے کہ اللہ عزوجل اس کو آپ سے زیادہ ثواب عنایت کرے اور اپنے انعامات سے زیادہ نوازے گا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب آپ اُسے پکاریں تو اللہ تعالیٰ آپ کی حاجت کو زیادہ پوری کرے گا بہ نسبت اس کے کہ آپ اپنی طرف سے براہ راست اللہ کو پکاریں۔ اگر آپ عذاب کے مستحق ہیں اور آپ کی دعا قبولیت کا استحقاق نہیں رکھتی مثلاً آپ ایسی دعا کرتے ہیں جس میں شریعت کی حدود کو پھاندا گیا ہو تو انبیاء اور صلحاء ایسی بات میں آپ کی دستگیری سے قاصر ہیں اور آپ کی ایسی امداد نہیں کر سکتے جسے اللہ تعالیٰ برا سمجھے اور نہ ایسی بات کی جد وجہد کر سکتے ہیں جس کو اللہ ناپسند فرمائے۔ اگر دعا شریعت کی حدود و قیود میں رہ کر کی جائے تو اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے اور دعا کرنے والے کی دعا کو شرف قبولیت بخشنے والا ہے۔

اگر تم کہو کہ جب یہ نیک اور صالح لوگ اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں تو ان کی دعا اللہ تعالیٰ زیادہ قبول فرماتا ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم خود دعا کریں تو یہ قسم ثانی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ اس سے نہ کچھ طلب کریں اور نہ اس کو پکاریں بلکہ اس کے سامنے یہ درخواست کریں کہ وہ آپ

کے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرے جیسا کہ آپ کسی بھی زندہ مسلمان سے کہیں کہ میرے حق میں دعا کرو جیسے صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر درخواست کرتے تھے تو یہ امر زندہ کے لیے مشروع اور جائز ہے جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے برعکس مردہ خواہ نبی ہو یا ولی ہمارے لیے یہ ہرگز مشروع نہیں کہ اس سے درخواست کریں کہ ہمارے لیے دعا کرے اور نہ یہ کہ ہمارے لیے اپنے رب سے سوال کرے۔ صحابہ کرام اور تابعین میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا اور نہ ائمۂ دین نے کسی کو ایسا کرنے کا حکم دیا اور نہ کسی حدیث میں آیا ہے بلکہ صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ:

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قحط سالی میں لوگ مبتلا ہو گئے۔ انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے بارش طلب کی اور یوں دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا اِذَا اَجْدَبْنَا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا[1]

الٰہی! جب ہم قحط سالی میں مبتلا ہوتے تھے اور اپنے نبی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو آپ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہماری دعا کو قبول فرما کر ہم پر باران رحمت نازل فرماتا تھا اور اب وہ (ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں اسی لیے) ان کے چچا حضرت عباسؓ کا وسیلہ لے کر آئے ہیں تو ہماری دعا قبول فرما اور باران رحمت نازل فرما۔

چنانچہ ان کے دعا کرنے سے بارش ہو گئی جس سے قحط سالی دور ہو گئی۔

وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اطہر کے پاس دعا کے لیے نہیں آئے تھے اور نہ یہ کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا کیجیے اور ہمارے لیے بارش طلب کیجیے اور نہ یہ کہتے تھے کہ ہم آپ کی خدمت اقدس میں اس مصیبت کی شکایت کرتے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں بلکہ ایسی دعا کسی صحابی سے منقول نہیں۔ ایسی دعا کرنا از قبیل بدعات ہے۔ ما انزل اللہ بہا من سلطن ۔ جب صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر آتے تو صرف سلام کہتے اور دعا نہیں کرتے تھے، جب دعا کا

---

[1] مشکوٰۃ جلد اول ص ۳۱۲ بحوالہ بخاری۔

ارادہ کرتے تو اپنے چہرے کو قبر مبارک سے قبلہ رُخ کر لیتے اور اللہ وحدہٗ لاشریک کو پکارتے جیسا کہ دیگر مقامات میں اسے پکارتے تھے۔

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کو بُت اور عید بنانے سے تحذیر

موطا اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ [1]

الٰہی! میری قبر کو بت نہ بنانا تاکہ لوگ اس کی پوجا میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اللہ کا اس قوم پر سخت عذاب ہوا جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد کی حیثیت دے دی۔

سنن میں یہ حدیث مذکور ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَّصَلُّوْا عَلَيَّ حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ [2]

میری قبر کو عید مت بنانا یعنی عید کی طرح ہر سال قبر پر مت آنا۔ ہاں البتہ مجھ پر درود شریف بھیجو جہاں بھی ہو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مرض الموت کے موقع پر فرمایا،

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ [3]

یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو انھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ انھوں نے جو کیا اس سے اپنی امت کو ڈراتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اگر ایسا نہ ہوتا یعنی قبر کی پوجا کا خدشہ نہ ہوتا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر مبارک کو ظاہر کیا جاتا مگر آپ نے اس کو برا تصور کیا کہ آپ کی قبر مبارک

---

[1] مشکوٰۃ جلد اول صـ۷۲ بحوالہ موطا امام مالک　[2] مشکوٰۃ جلد اول بحوالہ نسائی اسی مفہوم کی روایت ہے۔

[3] مشکوٰۃ جلد اول صـ۶۹ بحوالہ صحیحین۔

کو مسجد کی حیثیت دی جائے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل فرمایا:
اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ - اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ[1]

تم سے پہلے لوگ قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا کرتے تھے - خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔

سنن ابو داؤد میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ[2]

قبروں کی زیارت کرنے والیوں اور ان پر مسجدیں بنانے والوں پر اور چراغ روشن کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

بنابریں ہمارے علماء کہتے ہیں کہ قبروں کے پاس مسجد بنانا جائز نہیں۔ نیز کہتے ہیں کہ کسی قبر کے لیے نذر ماننا جائز نہیں اور قبروں کے مجاوروں کو کچھ دینا جائز نہیں۔ ان کو روپیہ پیسہ دینا منع ہے۔ اسی طرح قبر پر تیل چڑھانا، لیمپ جلانا یا کوئی حیوان ان کی نذر کرنا ناجائز ہے۔ ایسی نذر، نذر معصیت ہے۔

چنانچہ صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهِ[3]

جو اللہ کی اطاعت کی نذر مانے تو اسے پورا کرنا چاہیے اور جو اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے تو اسے پورا نہ کرے۔

علماء کے اس مسئلہ میں دو مختلف اقوال ہیں کہ کیا نذر ماننے والے پر قسم کا کفارہ واجب ہوگا یا نہیں۔ اسی لیے ائمہ سلف میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ قبروں اور مشاہد کے پاس نماز پڑھنا مستحب ہے یا اس میں کچھ فضیلت ہے اور نہ یہ کہا ہے کہ وہاں پر جاکر نماز پڑھنا اور دعا کرنا دیگر مقامات پر نماز پڑھنے سے افضل ہے بلکہ تمام اس امر پر متفق ہیں کہ مسجدوں اور گھروں میں

---

[1] مشکوٰۃ جلد اول ص۶۹ بحوالہ مسلم  [2] مشکوٰۃ جلد اول ص۷۱ بحوالہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی
[3] مشکوٰۃ جلد ثانی ص۲۹۷ بحوالہ بخاری۔

نماز پڑھنا قبروں پر نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ وہ قبریں خواہ انبیاء کی ہوں یا صلحاء کی ان قبروں کو خواہ مزارات سے تعبیر کریں یا کوئی اور نام رکھیں۔

اللہ نے مسجدوں میں کچھ ایسے امور مشروع قرار دیے ہیں جو مشاہد وغیرہ میں غیر مشروع ہیں جیسے فرمانِ ایزدی ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا (البقرۃ ع)

اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا ذکر کرنے سے روکتا ہے اور اس کی خرابی اور بربادی کا سامان مہیا کرتا ہے۔

یہاں پر مسجدوں کا نام آیا ہے مشاہد کا نام نہیں آیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف ع)

(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ (لوگوں کو) بیان کر دیں کہ میرے پروردگار نے انصاف کا حکم فرمایا ہے نیز یہ حکم دیا ہے کہ ہر نماز کے وقت اپنے منہ سیدھے کر لو۔

نیز فرمایا:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (التوبہ ع)

مسجدوں کو صرف وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ نماز ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ما سوا اللہ کسی سے نہیں ڈرتے تو ایسے لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

نیز فرمایا:

وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (الجن)

مسجدیں اللہ کی عبادت کے لیے ہیں۔ ان میں اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ تَفْضُلُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَسُوْقِهٖ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا[1]

ایک آدمی کا مسجد میں نماز پڑھنا گھر اور بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا افضل ہے۔[۵]

نیز فرمایا: مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔[۶]

جو اللہ کی خوشنودی کے لیے مسجد تیار کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر تیار کرتا ہے۔

## قبروں پر مسجد بنانے والے پر لعنت

قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہی وارد ہوئی ہے اور ایسا کرنے والے پر لعنت کی ہے رکئی صحابہ کرام اور تابعین سے بھی ایسے مذکور ہے جیسے صحیح بخاری اور طبرانی وغیرہ میں تفسیر کے باب میں مذکور ہے۔ وثیمہ وغیرہ نے قصص الانبیاء میں اس کا ذکر کیا ہے۔ قرآن پاک کی آیت وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں۔ یہ نیک لوگ تھے۔ یہ حضرت نوحؑ کی قوم میں سے تھے۔ جب یہ فوت ہوگئے تو لوگوں نے ان کی قبروں پر اعتکاف کیا۔ پھر کافی عرصہ گزر جانے کے بعد انھوں نے ان کی تصویروں کو پوجنا شروع کیا۔

تو معلوم ہوا کہ قبروں کی مجاورت، ان پر ہاتھ پھیرنا، بوسہ دینا اور ان کے پاس جا کر اور اس کے صحن میں کھڑے ہو کر اپنے لیے دعا کرنا اصل شرک ہے اور بتوں کی عبادت ہے۔ اسی لیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ۔[۷]

الٰہی میری قبر کو بت نہ بنانا کہ لوگ اس کی پوجا کرنے لگیں۔

علماء اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی اور نبی یا ولی کی قبر جو صحابہ میں سے ہو یا اہل بیت میں سے ہو، کی زیارت کے لیے جائے تو اسے ہاتھ نہ لگائے اور نہ بوسہ دے کیونکہ اس عالم کون ومکاں میں جمادات میں سے سوائے حجر اسود کے کسی کو بوسہ دینا جائز نہیں۔

صحیحین میں مذکور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو کہا:

---

[۵] مشکوٰۃ جلد ثانی ص۶۸ بحوالہ صحیحین [۶] مشکوٰۃ جلد اول بحوالہ مؤطا امام مالک

بخدا میں جانتا ہوں تو ایک بے جان پتھر ہے تجھے نفع و نقصان کا ہرگز اختیار نہیں۔ اگر میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔[1]

چنانچہ بیت اللہ شریف کے دونوں ارکان، دیواروں، مقام ابراہیم اور بیت المقدس کے صخرہ کو اور کسی نبی یا ولی کی قبر کو بوسہ دینا یا استلام یعنی ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ تمام علماء اس مسئلہ میں متفق ہیں۔ حتیٰ کہ فقہاء نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کو۔ جب وہ موجود تھا ــــ ہاتھ لگانا جائز تھا یا نہیں۔ امام مالکؒ اسے مکروہ تصور کرتے ہیں کیونکہ یہ بدعت ہے۔ یہ بات بھی ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے جب عطاؒ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے علم حاصل نہیں کیا۔

امام احمدؒ وغیرہ نے رخصت دی ہے کیونکہ حضرت ابن عمرؓ نے ایسے کیا لیکن قبر کو خواہ کسی کی ہو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا تو سب کے نزدیک برا ہے اور ممنوع ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشا شرک کے مادہ کو ختم کرنا اور توحید کو اور دین کو اللہ رب العالمین کے لیے خالص کرنا مقصود ہے۔

## اگر کوئی آدمی انبیاء کی زندگی میں شرک کرتا تو اسے سزا دیتے

اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نیک آدمیوں سے زندگی میں سوال کرنے اور ان کی موت کے بعد اور ان سے غائبانہ سوال کرنے میں فرق واضح ہو جاتا ہے وہ یوں ہے کہ ان کی زندگی میں انھیں کوئی نہیں پوچھتا لیکن جب وہ مر جاتے ہیں تو ان کی پوجا شروع ہو جاتی ہے کیونکہ انبیاء اور صالحین اپنی زندگی میں کسی کو شرک کرنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ اس سے منع کرتے اور سزا دیتے تھے۔

اسی لیے مسیح علیہ السلام قیامت کو اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (المائدۃ ع۱۶)

---

[1] مشکوٰۃ جلد اول ص۲۲۳ بحوالہ صحیحین

میں نے وہی بات کہی جس کا یا الٰہی! تو نے مجھے حکم دیا کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ جب تک میں ان میں رہا ہوں تو میں ان پر گواہ تھا جب تو نے مجھے فوت کر دیا تو تو ان پر نگہبان تھا تو تو ہر شے پر گواہ ہے۔

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ

ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا

مَا شَآءَ اللّٰہُ وَمَا شِئْتَ۔

یعنی جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں

یہ سن کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰہِ نِدًّا مَا شَآءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ۔

کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا۔ وہی کچھ ہوگا جو صرف اللہ چاہے گا۔

پھر فرمایا:

لَا تَقُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰہُ وَشَآءَ مُحَمَّدٌ وَلٰکِنْ قُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ شَآءَ مُحَمَّدٌ[1]۔

تم یہ مت کہو کہ جو اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ چاہے پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چاہے۔

جب چھوٹی چھوٹی بچیوں نے یہ گیت گایا کہ ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو کل کی باتیں جانتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس بات کو چھوڑ دو جو گانا پہلے تم گا رہی تھیں وہی گاتی رہو۔

نیز فرمایا:

لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ[2]۔

میری تعریف میں مبالغہ اور غلو سے کام مت لینا جیسے عیسائیوں نے ابن مریم کی تعریف میں مبالغہ کیا۔ بس میں تو بندہ ہوں۔ تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

---

[1] نسائی    [2] صحیحین

ایک مرتبہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنے کے لیے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا:

لا تعظموني كما تعظم الاعاجم بعضهم بعضا۔[۱]

تم میری تعظیم ایسے مت کرو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ اس کے باوجود جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو برا سمجھتے ہیں۔

جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہا تو آپ نے منع فرمایا۔ نیز فرمایا:

انه لا يصلح السجود الا لله ولو كنت امرا احدا ان يسجد لاحد لامرت المرءة ان تسجد لزوجها من عظم حقه عليها۔[۲]

اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ کیونکہ اس کا اس پر بہت حق ہے۔

جب زندیقیوں کو حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا ــــ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے دین میں غلو کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق الوہیت کا اعتقاد رکھا ــــ تو آپ نے ان کو آگ سے جلانے کا حکم دیا۔

یہ اللہ کے انبیاء اور اولیاء کی شان ہے وہ تعظیم و تکریم میں غلو کو پسند نہیں کرتے اس کے برعکس جو شخص زمین پر تکبر اور فساد کرتا ہے وہ اس غلو اور غلط طریقے سے تعظیم کرانے کا خود خواہاں ہوتا ہے، جیسے فرعون وغیرہ اور گمراہ لوگوں کے مشائخ۔ ان کی غرض و غایت زمین میں تکبر اور فساد ہوتا ہے، اسی طرح انبیاء اور صلحاء کا فتنہ، ان کو رب ماننا اور ان کی عدم موجودگی میں اور ان کی وفات کے بعد ان کو اللہ کے شریک ٹھہرانا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا شریک ٹھہرایا گیا۔

یہ اس فرق کو واضح کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صلحائے امت سے ان کی

ــــــــــــــــــــ

زندگی میں اور ان کے حاضر ہونے کے وقت ان سے سوال کیا جاتا ہے اور حواس کی وفات کے بعد یا غائب ہونے کی صورت میں ان سے کیا جاتا ہے۔ سلف صالحین صحابہؓ کے زمانہ میں نہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں انبیاء کی قبروں کے پاس نماز پڑھنے اور دعا کرنے کے لیے جاتے تھے۔ ان سے سوال کرنے اور مدد طلب کرنے کے لیے بھی قبروں کا رخ نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح قبروں پر مجاورت نہیں کرتے تھے۔

انسان کا کسی میت سے یا غائب سے مدد طلب کرنا شرکِ عظیم ہے جیسے سائل نے ذکر کیا ہے اسی طرح مصائب کے جنگل میں پھنس جانے کے موقعہ پر ان سے فریاد رسی کرنا اور یا کہنا کہ اے فلاں صاحبؒ تو یہ سراسر شرک ہے۔ گویا کہ ایسا آدمی اللہ سے مایوس ہو کر اپنے بزرگوں سے نقصان کے ازالہ یا جلبِ منفعت کا سوال کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی والدہ ماجدہ اور ان کے علما اور درویشوں کے متعلق نصاریٰ کا یہی حال تھا۔ مگر یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ خیر البشر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہیں اور آپ کے قدر شناس اور آپ کے حقوق سے خوب آگاہ صحابہ کرام نے آپ کی عدم موجودگی میں اور آپ کی وفات کے بعد ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ یہ مشرک لوگ شرک کے ساتھ جھوٹ کو شامل کرتے ہیں کیونکہ جھوٹ اور شرک کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ (الحج ع)

تم بتوں کی نجاست سے بچو نیز جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔ اللہ کے لیے ایک طرف ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ شرک مت کرو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّورِ الْإِشْرَاكَ بِاللّٰهِ۔

جھوٹی شہادت اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر ہے۔

آپ نے دو یا تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا۔

نیز ارشاد یزدانی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي

الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ (الاعراف ع)

جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا عنقریب ان پر غضب الٰہی نازل ہوگا اور دنیا میں ذلیل وخوار ہوں گے اور کذب وافترا سے کام لینے والوں کو ہم یوں سزا دیں گے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے مشرکوں سے مخاطب ہو کر یوں کہا۔

أَإِفْكًا آلِهَةً دُونَ اللّٰهِ تُرِيدُونَ فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (الصّٰفّٰت ع ۳)

کیا تم نے اللہ کے سوا جھوٹے معبود بنا رکھے ہیں؟ اچھا پھر بتاؤ اللہ رب العالمین کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے۔

ان کے کذب وافترا میں سے ایک یہ ہے کہ ایک شخص اپنے شیخ کے متعلق بیان کرتا ہے کہ وہ آنکھوں والا ہے۔ اس کا مرید مغرب میں ہوتا ہے اور وہ مشرق میں ہوتا ہے لیکن اسے اس کی خبر ہوتی ہے اور اس کے واپس آنے کی خبر بھی دیتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے اگر شیخ میں اتنی قوت نہیں تو پھر وہ شیخ کہلانے کا مستحق نہیں۔

بعض اوقات شیاطین اسے گمراہ کرتے ہیں جیسے بتوں کی عبادت کرنے والے اسے گمراہ کرتے ہیں جیسے اہل عرب بتوں کے متعلق عقیدہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ستاروں کی پوجا کرنے والے اور طلسمات کا علم حاصل کرنے والے سب مشرک ہیں جیسا کہ تاتاریوں، ہندوستانیوں اور سوڈانیوں وغیرہ میں اس علم کا عام چرچا تھا۔ شیطان ان کو اغوا کر لیتے تھے۔ ان سے بات چیت بھی کرتے تھے اور دیگر ایسے کئی امور کرتے تھے تو اکثر لوگوں پر ان کا اطلاق ہوتا ہے خصوصاً جب کہ تالیاں اور سیٹیاں بجتی ہیں۔ ایسے مواقع پر ان لوگوں پر شیطان اترتے ہیں اور اکثر اوقات ان پر اثر انداز ہوتے ہیں اور بعض اوقات مصروع کی طرح منہ سے جھاگ نکلتے ہیں اور چیخیں مارتے ہیں اور دیگر ایسے امور کرتے ہیں نیز ایسی باتیں کرتے ہیں جسے وہ نہ خود سمجھتا ہے اور نہ حاضرین اسے سمجھتے ہیں اور ان کی مثل دیگر امور جو ان گمراہ لوگوں میں کثرت سے معرض وجود میں آتے رہتے ہیں۔

(جاری ہے)